عید قرباں: خدا کیلئے قربان ہوجانے کے جذبے کی تجدید کا موسم

ڈاکٹر حافظ کرناٹکی

اسلام میں قربانی کی بڑی اہمیت ہے، اگر ٹھیک سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ایک خدا پر ایمان لانا اور اس کے نبیوں پر ایمان لانا اور دین حق اسلام پر ایمان لانا ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور اس سلسلے کی ساری کڑیاں خدائے واحد کی وحدانیت اور اس کی حاکمیت کا اقرار کرنا ہے۔ جب ہم ایک خدا پر ایمان لے آتے ہیں تو گویا ہم اپنی مرضی، خواہش، عادت، اور من موجی پن کو خدائے واحد کے سامنے قربان کر دیتے ہیں اور عہد کر لیتے ہیں کہ آج کے بعد ہم صرف اور صرف خدا کی رضاء کے لیے جئیں گے، اسی کے حکم کے مطابق زندگی گزاریں گے، اس کی منشا اور حکم کے خلاف ہماری جو بھی خواہشیں اور آرزوئیں اور شوق ہیں ان سب کو قربان کر دیں گے۔ معلوم یہ ہوا کہ قربانی اسلام کی روح میں اسی طرح شامل ہے جس طرح وحدانیت کا اقرار۔ یہ بات تو سبھی مسلمان جانتے ہیں کہ اس کا ایمان تب تک مکمل نہیں ہوتا ہے جب تک دنیا کے ہر مال و دولت، والدین، اولاد اور اپنی جان سے بھی زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسولؐ سے نہیں ہوتی ہے۔ گویا ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کے لیے ہم ہر چیز قربان کر دیتے ہیں، یہی اصل ایمان ہے۔

چوں کہ اسلام کے اہم مقامات مقدسہ کا تعلق مکہ اور مدینہ منورہ سے ہے اس لئے لوگ حج اور حج کے بعد قربانی کے لیے ان مقامات مقدسہ کی زیارت ضرور کرتے ہیں کیوں کہ ان مقامات مقدسہ کی زیارت اور اہم مقام سے متعلق حکم خداوندی کی تکمیل کا نام ہی حج ہے اس لیے ان مقامات کے حوالے سے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے حج و قربانی پر اختصار سے اجتماعی طور پر گفتگو کرنا یقیناً مفید ہوگا۔

مکہ اور مدینہ وہ شہر مقدس ہیں جن سے ہر مومن کو محبت ہے، کیوں کہ ان دونوں شہروں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمدؐ نے ان شہروں میں قیام فرمایا تھا، مکہ معظمہ میں خانۂ کعبہ ہے جسے اللہ کا گھر کہا جاتا ہے، اسے اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا اس لیے یہ مسلمانوں کا قبلہ بھی ہے۔ مکہ وہ محترم شہر ہے جس میں ہمارے نبیؐ نے اپنی عمر کے ترپن سال گزارے اور جب نبوت کے بعد حالات بہت نازک ہوگئے تو اللہ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے وقت حضورؐ نے فرمایا؛ اے مکہ تو کتنا اچھا اور پاکیزہ شہر ہے اور مجھ کو کتنا محبوب ہے، اگر مجھ کو میری قوم یہاں سے نہ نکالتی تو تیرے سوا کہیں اور قیام نہیں کرتا۔ خانہ کعبہ مکہ میں ہے جو خدا کا سب سے پہلا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛'' حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے اور بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لیے ہدایت کا سامان ہے۔'' (آل عمران ۹۶)

خانہ کعبہ امن کی جگہ ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ؛'' اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔'' (البقرہ)

ایک اور مقام پر فرمایا؛'' اور جو اس بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے۔'' (آل عمران)

قرآن کریم کی ان آیتوں سے بیت اللہ شریف کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔ بیت اللہ میں نماز پڑھنے کے ثواب کے متعلق حضورؐ نے فرمایا؛'' مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ مکہ، مدینہ اور حج و قربانی پر ایک ساتھ گفتگو کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سبھی کا رشتہ آپس میں جڑا ہوا ہے۔ قربانی کا براہ راست رشتہ حج سے ہے، مگر وہ لوگ جو حج کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں یا جو حج کر چکے ہیں وہ لوگ بھی قربانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اسلام کے سارے ارکان ایک دوسرے سے بہت گہرے طور پر جڑے ہوئے ہیں۔ مدینہ شریف کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ؛'' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس مدینہ سے جو شخص اعراض کر کے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو یہاں قیام کا موقع عطا فرماتا ہے اچھی طرح سن لو مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو جلا کر کھوٹ کو ختم کر دیتی ہے اور اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مدینہ شہر یہاں سے شریروں کو نکال باہر نہ کر دے، جیسا کہ بھٹی لوہے کے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حج کے دوران قیام مکہ و مدینہ اور قربانی کی اہمیت ایک دوسرے سے گہرے طور پر جڑی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ قربانی سراسر ایثار کا تقاضہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ؛'' اللہ تعالیٰ کے پاس ان قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہونچتا بلکہ اس کے پاس تمہاری پرہیزگاری پہونچتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے لیے اسی طرح مسخر کر دیا ہے تا کہ تم اس احسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو قربانی کی صحیح راہ بتائی اور اے پیغمبر مخلصین کو خوش خبری سنا دیجیے۔'' (الحج ۲۷)

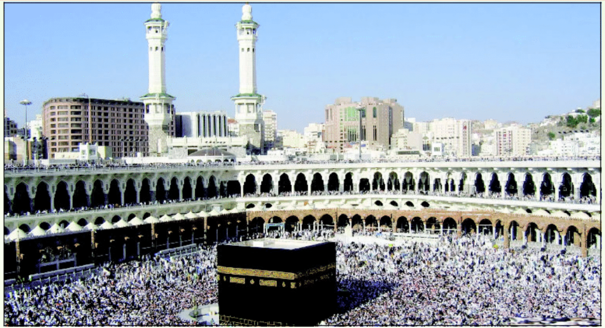

قربانی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گوشت اور خون پہونچایا جائے بلکہ جو چیز اللہ کو مطلوب ہے وہ ہے تقویٰ اور پرہیزگاری اور ایثار و اخلاص اور اللہ کے لیے خود سپردگی، قربانی دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قربانی کی طلب کی اور انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ یہ اللہ کا بڑا کرم ہے نہایت عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کو قبول کر لیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ دنبہ کی قربانی منظور فرمالی۔ آپ ایک پل کے لیے یہاں پر رک کر سوچیں گے تو اللہ کی رحمت کے احساس سے آپ کی روح سرشار ہوجائے گی۔ اگر خدانخواستہ حضرت اسماعیل علیہ السلام قربان کر دیے جاتے تو اس سنت کی پیروی میں آج ہر مسلمان کو اپنے بیٹے کی قربانی دینی پڑتی۔ اللہ نے یہ کتنا بڑا احسان عظیم فرمایا کہ اس کی جگہ کسی بھی پاک اور حلال جانور کی قربانی کو اس کا بدل قرار دے دیا اور ثواب میں کوئی کمی نہیں فرمائی۔ دراصل یہ قربانی اس عہد کی تجدید ہے کہ ایمان والا بندہ اپنے رب کے لیے سب کچھ قربان کر دینے کے لیے ہر وقت تیار ہے، مگر افسوس کہ قربانی کے اس رمز سے بے پرواہ ہو کر لوگ مال و دولت اکٹھا کرنے میں اس قدر مصروف ہو چکے ہیں کہ وہ قربانی کی اصل روح کو فراموش کر چکے ہیں۔ ایمان کی تکمیل کے لیے جسے بیٹے، والد اور اپنی جان تک کو قربان کر دینے کا عہد اہل ایمان کر چکے ہیں۔ اسی ایمان کو آج اپنی آل اولاد اور باپ، ماں اور اپنی جان کی آسائش کے لیے کوڑیوں کے مول بیچ دیتے ہیں۔ گویا وہ خود مالک ہوں، مستقبل کے ضمانت دار ہوں، وہ اپنی کنجوس اور کالی کمائی سے اپنے اور اپنی آنیوالی نسلوں کے روشن مستقبل کے معمار حقیقی ہوں۔ قربانی کی اصل روح سے ناشناسی ہی کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں بدامنی، اور امیری غریبی کی خلیج بڑھتی جا رہی ہے۔ جن کی قربانیوں اور محنت سے ہماری زندگی میں سب مال وزر کا ڈھیر لگتا جاتا ہے۔ ہماری عیش وعشرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ہم اسے اس قابل بھی نہیں چھوڑتے ہیں کہ وہ انسانی سطح کی باعزت اور خوددار زندگی جی سکے۔

قربانی کے اس جذبے کے فقدان کے ساتھ عام طور پر لوگ قربانی کو تقویٰ اور اللہ کی راہ میں ہر چیز قربان کر دینے کے جذبے کے بجائے اپنی شان و شوکت کا ذریعہ بنا چکے ہیں۔

آپ ہر سال دیکھتے ہیں کہ ایسے کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جو ایک ایک کروڑ کا جانور خریدتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ کا ایک بکرا خریدتے ہیں۔ سیکڑوں جانوروں کی ایک ساتھ قربانی دیتے ہیں۔ اور ان ساری چیزوں کی خوب خوب تشہیر بھی کرتے ہیں مگر ان کے ماتحت جینے والے، کام کرنے والے لوگ اور اس کے پڑوسی اس سے بالکل بھی خوش نہیں ہوتے ہیں۔

تو ظاہر ہے کہ ایسی قربانی جو نمائش بن جائے۔ وہ اللہ کے یہاں کس طرح مقبولیت حاصل کرے گی۔ ظاہر ہے کہ ہم سبھی اللہ کے بندے ہیں اس کی آل اولاد ہیں، اب اگر ہم میں سے کوئی اپنی نمائش پر توجہ کرتا ہے اور اپنی ہی بھائی بندوں کے حقوق کا خیال نہیں کرتا ہے تو یہ پہلی چوک ہے یہیں سے قربانی کی اصل روح مجروح ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قربانی سے بچنے کے لیے یا اسے روکنے کے لیے لوگ طرح طرح کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ اس قربانی کے جذبے کو فراموش کر کے اس کی نمائش بھی کرتے ہیں۔ یعنی کسی گھر یا خاندان میں پانچ افراد ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ پانچوں پر قربانی واجب ہے۔ مگر اس گھر کے لوگ ایک شاندار بکرا خرید کر خوش ہوجاتے ہیں کہ ہم نے اتنا قیمتی بکرا خریدا ہے قربانی کے لیے اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ اس سے کم پیسے میں آپ اونٹ، بیل یا بھینس بھی خرید سکتے تھے اور اس میں پانچوں اور ساتوں لوگوں کے نام کی قربانی کر سکتے تھے تو بڑی رعونت سے کہتا ہے کہ ہم بڑے جانوروں کا نہ تو گوشت کھاتے ہیں اور نہ اس کی قربانی پسند کرتے ہیں۔ ایسا بولتے وقت اسے ذرا بھی احساس نہیں ہوتا ہے کہ وہ خود پر ان جانوروں کو حرام کر رہا ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ وہ بقیہ چار لوگوں کی قربانیوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنی مرضی کی قربانی کر رہا ہے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کر رہا ہے۔ قربانی کے سلسلے میں اور بھی بہت ساری باتیں کی جاتی ہیں، بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ قربانی کے نام پر اتنے سارے جانوروں کا ذبح کرنا مناسب نہیں ہے، اس سے مویشی کی تعداد کم ہوجاتی ہے۔ مگر ایسے لوگوں کو کون سمجھائے کہ اللہ نے جس چیز کو پسند فرمایا ہے اس میں بے اندازہ برکت بھی رکھ دی ہے۔ آپ توجہ سے دیکھیں کہ جن حلال جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے اس کی تعداد کبھی کم نہیں ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف جن جانوروں کی قربانی نہیں کی جاتی ہے اس کی تعداد روز بہ روز کم ہوتی جا رہی ہے۔ مثلاً گھوڑا، گدھا، خچر، ہاتھی اور بہت سارے دوسرے مویشی۔ قربانی تو وہ جذبہ ہے وہ آزمائش ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سو میں سو نمبر حاصل کر لیے۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ اس سنت کو امت محمدیہ میں نافذ فرمایا اور حلال جانوروں کی قربانی کا حکم دیا۔ وہ بھی ان لوگوں کو جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔ حضورؐ نے مدینہ منورہ کے دس سالہ دور میں مسلسل قربانی کی اور آپؐ کے اصحابؓ نے بھی اس کا اہتمام کیا۔

قربانی کے لیے جو ایام مختص ہیں ان میں اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے قربانی دینا شریعت کے حکم کی تعمیل ہے۔ قربانی کو چھوڑ کر اس کے بدلے یا اس کی قیمت سے بڑھ کر صدقہ دینا قربانی کا بدل نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر آپ قربانی روک کر اس پیسوں سے یا فریضۂ حج ادا کرنے سے بچ کر ان پیسوں سے غریبوں اور بیواؤں کی مدد کی وکالت کرتے ہیں تو یہ غلط ہے۔ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی تو آپ کو اپنی استطاعت کے مطابق پورے سال بلکہ پوری عمر مدد کرنی ہے۔ یہی اسلام کا طریقہ ہے۔ پھر یہ تو دیکھیے کہ قربانی کے گوشت میں غریبوں کا بھی حصہ نکالا جاتا ہے۔ یہ بھی اس کی مدد ہے، قربانی صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرنی چاہیے اس کا مقصد گوشت کا حصول قطعی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تو اللہ کا خاص انعام ہے کہ اس نے قربانی کے گوشت میں ایک حصہ غریبوں کے لیے، ایک دوست احباب کے لیے اور ایک حصہ ہمارے خود کے استعمال کے لیے متعین فرما دیا۔ نہیں تو اسلام سے پہلے والی شریعتوں میں قربانی کے بعد گوشت کو جلا دینے کا حکم تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا؛

'' قربانی کے دن اللہ کے نزدیک آدمی کا سب سے محبوب عمل خون بہانا ہے۔ قیامت کے دن قربانی کے جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئیں گے قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو۔'' معلوم یہ ہوا کہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کے عمل سے بڑھ کر کوئی اور عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں ہے۔ اور یہ کہ قیامت کے دن قربان کیا گیا جانور اپنے بال، کھر، سینگ کے ساتھ ساتھ خون اور گوشت کے ساتھ حاضر ہوگا اور یہ ایک طرح کی گواہی ہوگی کہ بندے نے اللہ کی رضا کے لیے قربانی دی تھی۔ حضرت علیؓ نے کہا ہے کہ حضورؐ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ؛'' اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہوجاؤ کیوں کہ قربانی کے پہلے خون کے قطرے کے ساتھ ہی تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے گوشت اور خون سمیت لایا جائے گا اور اسے ستر گنا بڑھا کر آپ کے نامۂ اعمال میں تولا جائے گا۔'' حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے رسولؐ کیا یہ آل محمدؐ کے لیے خاص ہے یا عام لوگوں کے لیے بھی یہی اجر ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ یہ فضیلت آل محمدؐ اور تمام لوگوں کے لیے ہے۔''

معلوم یہ ہوا کہ قربانی اللہ کے نزدیک ایک بڑی نیکی ہے، یہی وجہ ہے کہ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی قربانی دینے والے کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور یہ کہ قیامت کے دن قربانی دینے والے کے نامۂ اعمال میں جانور کے بال، سینگ، کھر، گوشت اور خون وغیرہ سب کو ستر گنا کر کے اس کے نیکی کے اعمال میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا؛'' نیک کاموں میں خرچ کی جانے والی رقم میں سب سے افضل عیدالاضحیٰ کے دن قربانی پر خرچ کی جانے والی رقم ہے۔'' قربانی کے جانور کے لیے مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں دیگر مصارف میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔ حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا؛'' اے اللہ کے رسولؐ، ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے والد ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا؛ تو ہم کو اس میں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ لوگوں نے عرض کیا اور بھیڑ میں اللہ کے رسولؐ بھیڑ میں بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔''

جو لوگ جانوروں کے حقوق اور جانوروں کی زندگی کے تحفظ پر لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں وہی لوگ انسانوں کی تحقیر اور ان کی جانوں کے زیاں کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں۔ اس لیے اس طرح کے بہکاوے میں کبھی نہیں آنا چاہیے اور ایمان کے تقاضے کی تکمیل ہر حال میں کرنی چاہیے۔ اور اس بات کا پورا یقین رکھنا چاہیے کہ جو آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا ہے وہ اچھا انسان بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ اور جو اچھا انسان نہیں ہوسکتا ہے وہ تو بالکل بھی مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔

عیدالاضحیٰ کا پیغام سراپا قربانی ہے

سراج الدین ندوی

الحمد للہ ایک بار پھر عیدالاضحیٰ کا پوری شان وشوکت سے منائی جائے گی۔ ہر جگہ قربانیاں کی جائیں گی۔ قربانی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ کی محبت میں ہر چیز کو قربان کر دیں، اسی سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کے حکم سے اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہا۔ ان کو یہ ثبوت دینا تھا کہ کہیں اللہ کی محبت پر بیٹے کی محبت تو غالب نہیں ہوگئی ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اور بیوی کو وادی غیر ذی ذرع میں چھوڑ کر آئے تھے اس وقت حضرت اسماعیلؑ بہت چھوٹے تھے، اور ان ہی کی ایڑیاں رگڑنے سے اللہ نے زمزم جاری کیا تھا، اب وہ نوعمر ہو چکے تھے۔ ظاہر ہے ایک باپ نے جس بیٹے کو بڑی دعاؤں کے ساتھ مانگا تھا، اب ایک عرصہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے جب اسے گود میں لیا ہوگا، اس کی بلائیں لی ہوں گی، اس کو سینے سے لگایا ہوگا کس قدر پیار آیا ہوگا؟ لیکن اللہ نے پھر امتحان لیا کہ کہیں بیٹے کی محبت ہماری محبت پر غالب تو نہیں آگئی ہے۔ اس لیے حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ہمارے حکم پر قربان کر دو۔ بیٹا بھی ایک نبی کا تربیت یافتہ تھا اس لیے فوراً تیار ہو گیا اور بولا:'' اے ابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے اسے بجا لائیے، آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' (صافات۔102) نہ باپ نے یہ سوچا کہ محض ایک خواب ہے اور نہ بیٹے نے یہ کہا کہ ابو جان آپ نے خواب ہی تو دیکھا ہے۔ نہ بیٹے کی امی نے یہ کہا کہ شوہر نامدار! آپ کہاں بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے جا رہے ہیں یہ محض ایک خواب ہی تو ہے۔ تینوں اس بات پر متفق تھے کہ نبی کا خواب حکم کے درجے میں ہوتا ہے۔ یہ وہ خانوادہ تھا جو توحید پر قائم تھا۔ باپ نے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا اور چھری چلائی، لیکن اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کو جنت سے ایک مینڈھا لے کر بھیجا، حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اللہ نے آپ کی خدمت میں اسماعیلؑ کے بدلے یہ مینڈھا بھیجا ہے اسے قربان کیجیے اور اسماعیلؑ کو آزاد کر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اس فداکارانہ جذبہ کی تعریف فرمائی۔:'' پس جب دونوں نے تسلیم کر لیا اور اس نے پیشانی کے بل ڈال دیا۔ اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ البتہ یہ صریح آزمائش ہے۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دیا۔'' (سورہ صافات آیت 103 تا 107) الغرض اس امتحان میں اس محبت کو قربان کرنا تھا جو اللہ کی محبت پر غالب آسکتی تھی۔ اس قربانی سے ہم نے یہ سیکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کی محبت پر غالب آسکتی ہو اسے قربان کر دینا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس قربانی کو حضرت ابراہیمؑ کی سنت قرار دیا ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے''، لوگوں نے عرض کیا: تو ہم کو اس میں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی'' لوگوں نے عرض کیا: اور بھیڑ میں اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' بھیڑ میں (بھی) ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے''۔ (ابن ماجہ) قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کو امت محمدیہ کے لیے اسوہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:'' یقیناً تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب کی زندگی میں اسوہ حسنہ ہے''۔ عیدالاضحیٰ نے ہمیں یہ تربیت دی کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کو اسوہ بنائیں اور آنے والی زندگی میں ان کی سیرت وکردار کی روشنی میں اپنی سیرت وکردار کو سنواریں۔ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں سب سے ابھرا ہوا پہلو توحید ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش اس گھرانے میں ہوئی جہاں بت بنائے اور بیچے جاتے تھے یعنی آزر کے گھر میں اور نمرود جو بادشاہ وقت تھا اس شرک کی سربراہی کر رہا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ شرک میں ڈوبی ہوئی تھی اور اپنے وقت کا بادشاہ نمرود اس کی قیادت کر رہا تھا، اس ماحول میں حضرت ابراہیمؑ نے توحید کا پرچم بلند کیا۔ ایک مرتبہ جب ان کی قوم کے سالانہ میلہ کا وقت آیا اور قوم نے اپنے معبد میں جا کر اپنے بتوں کی پوجا کرنی چاہی تو انھوں نے دیکھا کہ ان کے سارے بت سوائے بڑے بت کے منہ کے بل اوندھے گرے پڑے ہیں اور ٹوٹے پھوٹے ہیں، یہ دیکھ کر قوم کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ ہمارے معبودوں کا یہ حال کس نے کیا ہے۔ انھیں بتایا گیا کہ ابراہیم کی اس طرح کی باتیں ہے کہ ان بتوں کی پوجا نہ کرو ہوسکتا ہے یہ اسی کی کارستانی ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کو طلب کیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ اے ابراہیمؑ یہ سب کیا تم نے کیا ہے؟ قرآن مجید میں پورے واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کا علاج کروں گا جب تم پیٹھ پھیر کر جا چکو گے۔ پھر ان کے بڑے کے سوا سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تا کہ اس کی طرف رجوع کریں۔ انہوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ کیا ہے، بے شک وہ ظالموں میں سے ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ ایک جوان بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے اسے ابراہیم کہتے ہیں۔ کہنے لگے اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ تا کہ وہ دیکھیں۔ کہنے لگے اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے۔ (ابراہیم نے) کہا بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کیا ہے سو ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں۔ پھر وہ اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگے بے شک تم ہی بے انصاف ہو۔ پھر انہوں نے سر نیچا کر کے کہا تو جانتا ہے کہ یہ بولا نہیں کرتے۔ کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکے اور نہ نقصان پہنچا سکے۔ میں تم سے اور جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہوں، پھر کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ ہم نے کہا اے آگ! ابراہیم پر سرد اور راحت ہوجا۔ (الانبیاء آیت 57 تا 69) یعنی قوم نے حضرت ابراہیمؑ کی معقول بات کو درکنار کر دیا اور بجائے اس کے کہ وہ ان بتوں کی حقیقت سمجھنے کے بعد شرک سے توبہ کرتی انھوں حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا، لیکن حضرت ابراہیمؑ نے بھی آگ میں جلنا منظور کیا اور کسی بھی حال میں توحید سے دست برداری قبول نہ کی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب جب لوگوں نے شرک کے خلاف توحید کا علم بلند کیا ہے تو آزمائشوں نے ان کا استقبال کیا ہے، لیکن بالآخر فتح و کامرانی توحید پرستوں ہی کو حاصل ہوئی ہے۔ آج ہندوستان کے موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ توحید خالص کی دعوت دی جائے۔ آج بھی جب توحید کی دعوت دی جائے گی تو لوگوں کے کان کھڑے ہوں گے، جب یہ دعوت زور پکڑے گی تو لوگ اس جانب متوجہ ہوں گے اور اس کو قبول کریں گے اور ہمارے ملک میں توحید پر مبنی اللہ کا نظام نافذ ہوگا۔ بہر حال توحید کی دعوت دینا اور اس راستے میں پیش آنے والی تمام مصیبتوں اور آزمائشوں کو برداشت کرنا اور فتنوں کا حکمت سے مقابلہ کرنا ہی اسوہ ابراہیمی ہے اور عیدالاضحیٰ کا ہمیں یہ پیغام ہے کہ توحید خالص کی طرف پلٹیں۔ آج خود ملت اسلامیہ میں طرح طرح کی شرک و بدعات پائی جاتی ہیں، سب سے پہلے ہم خود مسلمانوں کو توحید پر لائیں اور موحد بنائیں اور پھر دوسروں کو دعوت دیں۔ ہماری ذمہ داری یہ بنتی کہ ہم ملت اسلامیہ میں مختلف معاملات اور امور میں جو شرک کی ملاوٹ اور آویزشیں ہیں اس کی تطہیر کریں۔ اس کے بعد لوگوں کو توحید خالص کی دعوت دیں۔ بجائے اس کے کہ ہم گھما پھرا کر دعوت دیں، ہمیں توحید خالص کی طرف انسانوں کو بلانا چاہیے اس کے بہت جلد اچھے نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔ نمرود اپنے وقت کا سب سے بڑا بادشاہ تھا اور بڑی طاقت وقوت اور اثرات اس کے پاس تھے۔

لیکن حضرت ابراہیمؑ نے کوئی مداہنت نہیں برتی بلکہ اس کو بھی توحید خالص کی دعوت دی اور اس پر حق کی شہادت دی، تو اللہ کی مدد سے وہ کامیاب ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ کا تقاضا ہے کہ ہم توحید کی دعوت دیں، ہمارے لیے بھی آج کے نمرود نے آگ کا الاؤ تیار کر رکھا ہے، لیکن اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ توحید کی امانت اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہیں تو پھر یہ دعوت اثر پذیر ہوسکتی ہے اور اس دعوت کے مخالفین نشان عبرت بن سکتے ہیں، اس لیے ہمیں توحید کی دعوت دینی چاہئے۔ ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کو اسوہ بنا کر اپنے لیے نشانات منزل طے کرنے چاہئیں۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کو بچپن ہی سے پاکیزہ قلب عطا کیا گیا!

عبدالحفیظ اسلامی

توحید خالص، دین حنیف کے عظیم علمبردار حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی حیات مبارکہ کے شب وروز؛ ہر لمحہ بندگی رب میں گزارے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے جب بھی جو بھی امتحان لیا اس میں پورے اترے، جو حکم دیا گیا اسے کامل طور پر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بجا لایا، آپ نے رہتی دنیا تک لوگوں کلیے ایک ایسا سبق دیا کہ اللہ کے بندے اللہ کے دوست اور چہیتے بننا چاہتے ہوں تو انہیں دنیا میں ہر طرح کی آزمائش میں ثابت قدم رہنا ہوگا؛ دنیا کی امامت اور آخرت کی سرخ روئی کے مشتاق ہوں تو ہر طرح کی قربانی پیش کرنی ہوگی! تب جا کر ایسے لوگوں کے لئے تکلیف دہ مرحلے بھی آسان نظر آتے ہیں اور آخرکار اہل ایمان کے سامنے ہر سخت سے سخت چیز بھی اپنی تاثیر بدل لیتی ہے، جیسے کہ شاعر نے کہا:'' آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے وقت کے ہر نبی کو آزمایا اور یہ متبرک و مطہر نفوس ہر ایک آزمائش میں کامیاب رہے۔ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ سے زائد انبیاء□ نبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ حضرت سیدنا آدم سے حضرت نوح علیہ السلام کا پہلا دور دنیا نے دیکھا، پھر اس کے ایک ہزار ایک سو بائیس برس بعد ایک دوسرا عظیم دور شروع ہوتا ہے، جو حضرت سیدنا ابراہیمؑ کا دور رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی بچپن ہی سے حفاظت فرماتا ہے اور ہر طرح کی برائی سے دور رکھتا ہے، اسی طرح حضرت سیدنا ابراہیمؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے ایک ایسا پاکیزہ قلب عطا فرمایا جس میں شرک و بت پرستی کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ چار ہزار سال قبل عراق کے ایک بڑے بت تراش بت پرست گھرانے میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ کی بت پرستی سے ہمیشہ بیزار تھے اور اللہ تعالیٰ جیسے جیسے آپ کا سینہ مبارک حق کے لیے کھولتا رہا اور ہر لمحہ آپ کے لئے توحید باری تعالیٰ کی تبلیغی راہیں کھلتی رہیں اور اسی طرح آپ آگے بڑھتے رہے۔ آپ کا باپ آزر صرف بت تراش و بت پرست ہی نہ تھا بلکہ وہ بت پرستوں کا پیشوا بھی تھا، گویا کہ مذہبی حیثیت سے عوام میں اس کی بہت بڑی عزت تھی اور ان کے پیروکار مشرک بھی اپنے عقیدے میں اتنے سخت تھے کہ بتوں کے نام پر مر مٹنے تیار تھے۔ ایک دن حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ موقع ہاتھ آتا ہے جس میں معبودان باطل کے بودے وکمزور ہونے کو ثابت کیا جا سکے، اور عملاً انہوں نے ثابت بھی کر دیا۔ قرآن بھی اس کی گواہی دیتا ہے۔ لیکن باطل کے پرستار توحید کے دلائل کو سمجھنے اور اپنے عقیدے وعمل میں تبدیلی لانے کے بجائے اللہ واحد کی بندگی بجا لانے کی دعوت دینے والے، حنیف و مسلم بندے کے دشمن بن گئے۔ جبکہ عقلی اور ہر طرح کے دلائل ان کے سامنے رکھے گئے اور ایک مکالمہ کے دوران بات انکی سمجھ میں بھی آگئی تھی کہ واقعی ہمارے معبود جو ہم نے تراشے ہیں بہت ہی بودے ہیں؛ لیکن ابلیسی ضد پر کمربستہ ہو کر ان لوگوں نے ساری قوم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف بھڑکایا اور اس میں ان کی قوم کا بادشاہ نمرود بھی پشت پناہ بن گیا، کیونکہ وہ خود بھی بتوں کا دلدادہ تھا۔ آخرکار یہ سب آپس میں اس طرح مشورہ کر لیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جائے تا کہ ان کا قصہ تمام کیا جا سکے، ایک بڑا آگ کا الاؤ تیار کیا گیا اور طے شدہ وقت پر آپؑ کو آگ میں ڈالنے کی تیاری پوری کر لی گئی، یہ کار بد صرف عوام کے ایک گروہ نے نہیں کیا بلکہ بادشاہ وقت کے شاہی فرمان سے ہوا، اسی لئے اسے آتش نمرود کہا گیا، اور انہوں نے یہ نعرہ دیا کہ'' اے قوم اپنے معبودوں کو بچانے اور ان کی مدد کرنے جمع ہوجاؤ''۔ آخر وہ آزمائش کی گھڑی آتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی اپنے خلیل کی حفاظت کے لئے آگ کو حکم دیتا ہے کہ تو میرے ابراہیم کے لئے سلامتی والی ٹھنڈک بن جا، پھر آگ کی کیا مجال کہ وہ اللہ کے حکم سے سرتابی کرے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے بحفاظت بچا لیا۔ قرآن نے اس کا ذکر یوں کیا:'' ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر''۔ اس طرح یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کڑی آزمائش تھی جس میں وہ کامیاب وکامران ہوگئے اور ان کے دشمن بری طرح ناکام ہوئے۔ یہاں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ کے بندے جب اللہ کی محبت میں سرشار زندگی کے شب وروز بسر کرتے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی بھی آزمائش آزمائش نظر نہیں آتی، وہ عملی طور پر دنیا کو اس بات کا پیغام دیتے ہیں کہ'' بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق''۔ پوری مشرک قوم اور اس کا بت پرست بادشاہ نمرود کی بدنصیبی کی انتہا ہو چکی تھی کہ انہوں نے اتنا عظیم اور انوکھا معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان کی دولت حاصل نہ کر سکی اور ان میں کا ایک آدمی بھی مشرف بہ ایمان نہ ہوا۔ پھر اس کے بعد مزید ابتلاء وآزمائش کا دوسرا دور چل پڑتا ہے، قوم کی مذکورہ بالا سرکشی وشرارتوں کی پرواہ کئے بغیر آپ علیہ السلام اپنی دعوت کو جاری رکھنے کے لئے عراق سے نکل کر ملک شام چلے گئے، پھر اس کے بعد آپؑ نے فلسطین کا رخ فرمایا اور اسی کو اپنا دعوتی مرکز بنالیا۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہؓ کو ساتھ لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے، وہاں کے بادشاہ نے حضرت ہاجرہ علیہ السلام کو حضرت سارہ کی خدمت کے لئے پیش کر دیا، اس وقت تک حضرت سارہ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ مصر سے پھر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام واپس فلسطین تشریف لائے۔ حضرت سارہؓ نے حضرت ہاجرہ کا نکاح اپنے ہمدم و ہمسفر شوہر نامدار سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ کرا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کے کام میں ہاتھ بٹانے انہیں بہترین اور مضبوط بازو فراہم کرنے حضرت اسماعیلؑ جیسا شاکر وصابر بیٹا عطا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کی مزید عطا یہ ہوئی کہ حضرت سارہ کو بھی کبرسنی کے باوجود اپنی قدرت کاملہ سے حضرت اسحاقؑ کی شکل میں اولاد سے نواز دیا۔ اس طرح ان بزرگوں کی نسل میں کئی انبیاء اٹھائے گئے۔

جس دوسری آزمائش کا اوپر ذکر کیا گیا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو مکہ کی وادی جہاں پر انسانی زندگی گزارنے کا کوئی سامان نہیں تھا، یہاں تک کہ پینے کے لئے دور دور تک پانی کا کوئی پتہ نہیں اور کھانے کے لئے ظاہری طور پر کوئی چیز نہیں تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ اور اپنا ایک ننھا بیٹا اسماعیل کو ساتھ لئے وادی غیر ذی زرع کی طرف چلتے ہیں اور وہاں ایک مقام پر رک کر اپنی بیوی اور لخت جگر کو چھوڑ کر خاموشی کے ساتھ واپس ہونے لگتے ہیں۔ آج ہم حج بیت اللہ اور اس کے جو مناسک ادا کرتے ہیں، یہ سب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ وحضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگاریں ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کا مرکز توحید بنا دیا ہے، یہ دراصل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

آج جو زمزم کا چشمہ جاری ہے اور ہزاروں سال سے لوگوں کی پیاس بجھاتا اور بہترین غذا بنا ہوا ہے جسمانی وروحانی بیماریوں میں شفا کا کام کر رہا ہے یہ بھی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش اور حضرت ہاجرہ کے صبر وسعی کی بہت بڑی نشانی ہے۔ سورۃ الصافات کی آیت اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جو دنیا میں کسی نے نہیں دیا، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ایک اشارہ پر اپنی سب سے چہیتی چیز کو قربان کرنے تیار ہوگئے، دراصل یہ ایک تیسری اور سخت آزمائش تھی یعنی پہلے اپنی جان کی آزمائش نمرود کے ظلم کے سامنے پیش کی اور دوسری آزمائش بڑھاپے کا سہارا بننے والی اولاد کو بھی اللہ کے حکم پر بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ آئے۔ ایک اور تیسری آزمائش بھی دیکھئے جس کا نظارہ کبھی زمین وآسمان نے بھی نہ کیا، وہ ہے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا، جبکہ اللہ تعالیٰ سے انہوں نے دعا فرمائی تھی کہ اے پروردگار مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد سے نواز دیا۔ الغرض جب آپؑ کے فرزند آپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کے لائق ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب دکھایا کہ آپ اپنے لخت جگر فرزند کو ذبح کر رہے ہیں۔'' وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم نے اس سے کہا بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے''؟ اس نے کہا: ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالئے۔ آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ اللہ کے حکم پر والد محترم اپنے فرزند دلبند کو ذبح کرنے تیار ہوگئے اور بلند اقبال وفرمانبردار بیٹا بھی ذبح ہونے پر خوشی خوشی راضی تھا۔ قرآن حکیم نے اس کی منظر کشی یوں کی ہے: آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا۔ پھر اللہ کی طرف سے ندا آئی اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو سچ کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ ان دونوں کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے بہت پسند فرمایا اور یہ بشارت دی گئی کہ ہم نیکی کرنے والے محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔